قاضی ابن العربیؒ کی تفسیر ''احکام القرآن'' کا خصوصی مطالعہ

غلام شمس الرحمٰن*

Abstract:

A Study of Ahkam-ul-Quran by Qazi Ibn-ul-Arabi.

QaziIbn-ul-Arabi belonged to Malki School of thought and was renowned Mufassir (Exeget) of his time. His ijtihadi capabilities cannot be denied as he gave numerous verdics on different problems. His Ahkam-ul-Quran itself shows that he was a great scholar of Quran, Hadith, Fiqh and others sciences of Islam. This study shows that Ibn-ul-Arabi was also authority on the contemporary issues. His legal, exegetical opinions were followed by the scholars to follow specialy on Fiqh (jurisprudence). There have been also discussed Ibn-Arabi's style of argument, method of research and the characteristics. It is therefore held that he will be remembered and honoured and his work will be utilised for the centuries to come.

تاریخی اعتبار سے ساڑھے سات سو سالہ (756ھ--1492ھ) مسلم عہد حکومت میں اندلس علم و دانش کا گہوارہ بن گیا تھا۔ جامعہ قرطبہ علوم و فنون کے فروغ میں جامعہ ازھر اور جامعہ نظامیہ سے بھی سبقت لے گئی تھی۔ یہاں نہ صرف اندلس بلکہ یورپ، افریقہ اور ایشیاء کے تشنگان علم بھی اپنی پیاس بجھانے آتے تھے جس کی وجہ سے نہ صرف اسلامی دُنیا اس کے نور سے منور ہوئی بلکہ یورپ کی نشاۃ ثانیہ اور احیائے علوم کی تحریک کو خاصی تقویت ملی۔[1]

قوانین کی تعبیر و تشریح کے سلسلے میں اندلس کی سرزمین میں مالکی مدرسہ فکر کو پذیرائی ملی اور یہاں کے بیشتر علماء و فقہاء اس فقہ کے پیرو نظر آتے ہیں۔ قاضی ابن العربی کا نام اس لحاظ سے بہت بلند ہے کہ وہ اس فکر کے ان تھک مفسر تھے۔ امام مالک سے اپنی والہانہ فکری عقیدت کا ذکر اپنی کتاب ''القبس'' میں کرتے ہیں۔ ''ہم انہی کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں اور انہی کی راہ پر چلنے والے ہیں''۔[2] آیات احکام کے حوالے سے ان کی تفسیر ''احکام القرآن'' ایک حوالہ کی حیثیت رکھتی ہے جس میں نہ صرف سابقہ کتب تفسیر کی اعلیٰ خصوصیات موجود ہیں بلکہ اپنے عہد کے عصری تقاضوں کو بھی پورا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں آنے والے تمام علماء نے اس سے خوشہ چینی کی ہے اور اس کا کھلے دل سے اعتراف بھی کیا ہے۔ امام ابو عبداللہ محمد القرطبی جیسے شہرہ آفاق مفسر نے اپنی تفسیر

* لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

''الجامع لاحکام القرآن'' کے ہر دوسرے صفحے پر ابن العربی کا حوالہ دیا ہے۔(3) اس میں بلاشبہ دو رائے نہیں ہو سکتیں کہ اسلامی فقہ و قانون پر کوئی بھی وقیع کام ''احکام القرآن'' سے استفادہ کے بغیر تشنہ ہی رہتا ہے۔

اسلاف کے علمی سرمایہ سے اسی وقت بہتر انداز سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے جب اس کی اہمیت کا ہمیں پوری طرح ادراک ہو۔ اسی امر کے پیش نظر یہ مضمون مرتب کیا گیا ہے۔ بنیادی مصادر سے اجمالی انداز میں قاضی ابن العربی کا تعارف اور ان کی علمی خدمات کا جائزہ لینے کے بعد احکام القرآن کے متن "Text" کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے طریق تالیف، منہج و اسلوب، خصوصیات و امتیازات پر بحث کی گئی ہے۔

قاضی ابن العربیؒ کے حالات زندگی:

آپ کا مکمل نام قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن احمد المعروف با بن العربی المغافری الاندلسی الاشبیلی تھا۔ اور آپ 22 شعبان 468ھ بمطابق 1076ء جمعرات کی شب، اشبیلیہ میں پیدا ہوئے۔(4)

آپ کا خاندان اپنی علمی، سیاسی اور سماجی سرگرمیوں کی وجہ سے اشبیلیہ میں ایک ممتاز مقام رکھتا تھا۔ آپ کے والد عبداللہ بن محمد ہمہ گیر شخصیت کے ملک تھے، ان کا شمار اشبیلیہ کے بڑے فقہا میں ہوتا تھا۔ امام ذہبی آپ کے بارے میں کہتے ہیں: ''آپ بہت بڑے عالم، انشاء پرداز، مختلف فنون کے ماہر اور ابن حزم کے دوستوں میں سے تھے''۔ (5)

ابن خلکان لکھتے ہیں: ''آپ فلک اشبیلیہ کے ماہ کامل تھے اور معتمد بن عباد نے آپ کو اپنا وزیر اور مشیر خاص بنایا ہوا تھا جس طرح مامون نے ابن ابی داؤد کو اپنا مشیر بنایا ہوا تھا اور سلطنت اس کے سپرد کی ہوئی تھی''۔(6)

ابتدائی تعلیم و تربیت:

آپ نے ابتدائی تعلیم اشبیلیہ میں ہی اپنے والد گرامی اور اپنے ماموں ابوالقاسم الھوزنی سے حاصل کی۔ ان کے علاوہ ابوعبداللہ السرقسطی آپ کے اتالیق خاص تھے۔ ان تینوں اساتذہ کے حسن تربیت کی وجہ سے آپ کے اندر بچپن ہی سے حصول علم کا جذبہ موجزن ہوگیا۔

اپنے بارے میں خود لکھتے ہیں: ''جب میں نو برس کا تھا تو میں نے قرآن پاک کو اچھی طرح یاد کر لیا تھا۔ پھر تین چیزوں پر میں نے توجہ دی۔ (1) ضبط قرآن (2) عربی زبان و ادب (3) ریاضی و حساب

اور جب میں سولہ برس کو پہنچا تو قرآن کی دس قراتوں میں مہارت حاصل کر چکا تھا اور غریب الفاظ، شعر اور

لغت میں خوب مشق کر لی تھی''۔[7]

افریقہ وایشاء کا سفر:

485ھ میں آل عباد کی حکومت ختم ہوئی اور یوسف بن تاشفین نے المعتمد کو ''اغمات'' میں قید کر دیا۔ یہ انقلاب آل عباد کی حکومت خاص کر ان کے دار الخلافت اور سب سے بڑھ کر ارباب مملکت اور المعتمد کی کابینہ کے لیے بڑی مصیبت کا باعث بنا۔[8] یہی وجہ ہے کہ ابن العربی کے والد اشبیلیہ چھوڑ کر مشرق کا رخ کرتے ہیں۔ اس وقت ابن العربی کی عمر سترہ برس تھی۔

آپ قریباً نو سال (485ھ تا 493ھ) بلاد مشرق میں رہے۔[9] اس دوران انہیں عالم اسلام کے بڑے بڑے علمی وتہذیبی مراکز میں جانے کا موقع ملا۔ جہاں پر انہوں نے کئی ایک ماہرین فن سے استفادہ کیا۔

اس سفر میں آپ نے بجایہ مہدیہ، مصر، بیت المقدس، شام، دمشق، بغداد، مکہ مکرمہ، بیت المقدس، اسکندریہ گئے اور وہاں کے اساتذہ فن سے اکتساب علم کیا۔ ان میں مندرجہ ذیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

...... شیخ الشافعیہ الحافظ ابو الفتح نصر بن ابراہیم المقدسیؒ (م490ھ)

...... نقیب النقباء ابو الفوارس طراد بن محمد بن علی العباسی الزینبی (م491ھ)

...... علماء شیعہ میں سے ابو الفضل احمد بن علی بن الفرات (م494ھ)

...... ابو الحسین المبارک بن عبد الجبار الصرفی المعروف بابن الطیوری المحدثؒ (م500)

...... ابو محمد جعفر بن احمد بن حسین السراج الحنبلی (م500ھ)

...... شیخ بغداد فی الادب ابو زکریا یحی بن علی التبریزی (م502ھ)

...... ابو حامد محمد الغزالیؒ (م505)

...... ابو بکر محمد بن الولید الطرطوشی الفہری المالکیؒ (م505)

...... فخر الاسلام ابو بکر محمد بن احمد بن الحسین بن عمر الشاشی الشافعیؒ (م507)

...... حافظ ابی محمد ھبۃ اللہ بن احمد الاکفانی الانصاری الدمشقیؒ (م564ھ)[10]

وطن واپسی:

آپ 493ھ کو وطن واپس لوٹے، اس دوران یوسف بن تاشفین کی حکومت خاصی مضبوط ہو چکی تھی۔[11] اوراس کی علم دوستی کی وجہ سے بہت سے ماہرین فن اندلس میں جمع ہو گئے تھے۔ جب آپ اشبیلیہ پہنچے تو یہاں کے علماء وفضلا، ادیبوں اور دانشوروں نے آپ کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا۔ امام سیوطی لکھتے ہیں: ''آپ بہت زیادہ علم کے ساتھ وطن واپس لوٹے اور علمی طور پر اپنے تمام پیش رووں پر فضیلت رکھتے تھے جو مشرق (افریقہ وایشیاء) سے تعلیم حاصل کر کے واپس اندلس گئے۔ آہستہ آہستہ آپ کی آمد اور علم وفضل کا چرچا پورے اندلس میں ہو گیا اور ہر طرف سے علماء اور ذہین وفطین طالب علم آپ کے پاس آنے شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ کا گھر ایک جامعہ میں بدل گیا''۔[12]

عہدہ قضاء:

علی بن یوسف بن تاشفین نے آپ کے بلند پایہ علمی کی وجہ سے آپ کو اشبیلیہ کا قاضی القضاہ (چیف جسٹس) بنایا۔ اس عہدہ پر فائز ہونے کے بعد آپ نے معاشرتی اصلاح میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ عدل وانصاف، تدبر اور قوت فیصلہ وہ اپنی مثال آپ تھے۔[13]

قاضی عیاض کہتے ہیں: ''آپ اپنے شہر میں عہدہ قضا پر فائز رہے اور احکام کے نفاذ میں آپ کی شدت اور سختی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے شہر والوں کو بڑا نفع مند کیا۔ آپ ظالموں کے لئے بہت بڑا خطرہ اور مساکین کے ساتھ بہت زیادہ نرمی کرنے والے تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر سختی سے عمل کراتے تھے''۔[14]

شاگردو تلامذہ:

امام ابن العربیؒ قریباً پچاس برس تک تشنگان علم کی پیاس بجھاتے رہے۔ اس دوران سینکڑوں لوگوں نے آپ سے اکتساب علم کیا۔ جو بعد میں آسمان علم وحکمت کے تابندہ ستارے بن کر چمکے۔ ان میں سے چند ایک کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

1- قاضی المغرب قاضی عیاض بن موسیٰ مولف الشفاء ومشارق الانوار (م 544ھ)
2- الحافظ المورخ ابن بشکوال (م 578ھ)

3- ابوزید اعبدلرحمٰن السھیلی (م582ھ)

4- محمد بن عبداللہ الجد الفھر ی (م586ھ)

5- عبدالمنعم بن یحیی الغرناطی (م586ھ)

6- احمد بن حلف الاشبیلی القاضی (م588ھ)

7- الحسن بن علی القرطبی (م602ھ)

8- محمد بن علی الکتامی (م604ھ) (15)

تصانیف وتالیفات:

ابن النجار کہتے ہیں: ''آپ نے حدیث، فقہ، اصول فقہ، علوم القرآن، ادب، نحو، لغت، تاریخ اور تصوف پر کتب تصانیف کیں''۔(16)

قاضی الضبی لکھتے ہیں: ''آپ کی تصانیف بہت زیادہ اور نفع بخش ہیں۔ ان میں سے ایک انوار الفجر بھی ہے جو کہ بہت بڑا دیوان ہے''۔(17)

آپ کی تصانیف کی تعداد 40 کے لگ بھگ ہے جن کا ذکر کتب سیر وتواریخ میں موجود ہیں۔ چند مشہور کتابیں مندرجہ ذیل ہیں۔

تفسیر وعلوم قرآن:

1- احکام القرآن: چار جلدوں میں مطبوعہ دار الفکر تحقیق علی محمد البجاوی موجود ہے۔

2- انوار الفجر فی تفسیر القرآن: یہ بہت بڑی کتاب تھی جس کے اٹھ ہزار اوراق تھے اور نوے جلدوں میں یوسف الجزام المقر ی نے اٹھویں صدی میں سلطان ابی عنان کے خزانے میں مراکش میں دیکھی تھی۔

3- کتاب الناسخ والمنسوخ: اس کا مخطوطہ خزانہ القروین میں موجود ہے۔

4- قانون التاویل فی تفسیر القرآن العزیز: بہت بڑی کتاب ہے۔ گیارویں صدی تک موجود تھی اور ابن شہاب المقر ی نے نفح الطیب میں اس کے کچھ حصے نقل کیے ہیں۔

علوم حدیث:

1- کتاب المسالک فی شرح موطا مالک (مطبوعہ)

2- القبس علی شرح موطا مالک (مطبوعہ)

3- عارضۃ الاحوذی بشرح صحیح الترمذی (مطبوعہ)

فقہ واصول فقہ:

1- المحصول فی علم الاصول

2- کتاب النواہی عن الدواھی

3- الاحکام الصغری، مغرب میں عبدالحی کتانی کے مکتبہ میں مخطوطہ موجود ہے

علم العقائد والکلام:

1- التوسط فی معرفۃ صحۃ الاعتقاد والرد علی من خالف من فروع البدع والالحاد۔ اس کا مخطوطہ مکتبہ عبدالحی الکتانی میں موجود ہے

سیر وتواریخ:

1- العواصم من القواصم فی تحقیق مواقف الصحابہ

یہ کتاب طبع ہو چکی ہے محبّ الدین الخطیب نے اس کی تحقیق کی اور الریاسۃ العامۃ وادارت العلمیۃ، ریاض، سعودی عرب نے 1404ھ۔1984م میں شائع کیا۔

2- ترتیب الرحلۃ للترغیب فی الملۃ۔ اس کا ناقص مخطوطہ۔ مغرب سا میں مکتبہ عبدالحی الکتانی میں موجود ہے۔

تصوف:

1- سراج المریدین 2- سراج المھتدین 3- مفتاح المقاصد

نحو:

1- ملجاء المتفقھین الی معرفۃ غوامض النحویین (18)

آپ کی علمی قدر و منزلت علماء کی نظر میں:

ہر طبقہ فکر کے لوگوں نے آپ کی خدمات اور بلند پایہ علمی کا اعتراف کیا ہے۔

ابن کثیر کہتے ہیں:

''فقیہی ابوبکر ابن العربی المالکی۔ شارح ترمذی بہت بڑے فقیہہ۔ عالم، زاہد اور عابد تھے۔ فقہ میں مشغول رہنے کے بعد حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور امام غزالی کی رفاقت میں رہے اور ان سے علم حاصل کیا''۔ (19)

الحجاری کہتے ہیں:

''باقی عظمتیں نہ بھی ہوتیں تو صرف اس جلیل القدر امام کی نسبت سے ہی اشبیلیہ اس بلند مقام پر ہے کہ جس کی بلندی کا اندازہ کرتے ہوئے آنکھ تھک جاتی ہے''۔ (20)

ابن بشکوال لکھتے ہیں:

''آپ حافظ اور انتہا درجہ ماہر اور اشبیلیہ کے ائمہ وحفاظ میں سے تھے۔ قافلہ علماء اندلس کے آخری سالار تھے''۔ (21)

ابن خلکان کہتے ہیں:

''آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو وسیع علم وادب اور بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں''۔ (22)

امام الذہبی رقمطراز ہیں:

''آپ علم کے بحر ذخار تھے۔ بلا کے ذہین، بہترین ادیب اور عمدہ تحریر والے تھے۔ نرم طبیعت، کریم اخلاق اور عمدہ سیرت کے مالک تھے۔ بہت مالدار تھے۔ اشبیلیہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ اور بہت عمدہ طریقے سے امور سرانجام دیئے۔ بڑے رعب ودبدبہ والے تھے۔ پھر اس عہدہ سے علیحدہ ہو گئے اور تعلیم وتصنیف میں مشغول ہو گئے''۔ (23)

جمال الدین الاتابکی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''آپ اپنے وقت کے امام اور بہت سے علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ عہدہ قضا پر عرصہ دراز تک فائز

رہے۔ بلند سیرت والے اور فیصلوں میں عدل کرنے والے تھے''۔ (24)

وفات:

اکثر مورخین کے نزدیک آپ کی وفات بروز ہفتہ ربیع الاول 543ھ میں ہوئی۔(25) تاہم ابن خلکان نے ایک اور روایت کا بھی ذکر کیا ہے جس کے مطابق آپ کی وفات جمادی الاول میں ہوئی۔ جب آپ مراکش سے لوٹ رہے تھے۔(26)

احکام القرآن کا خصوصی مطالعہ

قاضی امام ابن العربی کی متنوع قسم کی تالیفات میں سے ''احکام القرآن'' کو بہت بلند مقام حاصل ہے جس میں انہوں نے فقہی نقطہ نگاہ سے قرآن کا مطالعہ کیا ہے۔ چھٹی صدی ہجری کے ابتدائی عشروں میں لکھی جانے والی یہ تفسیر اس لحاظ سے بہت بلند مقام رکھتی ہے کہ اس وقت تک فقہ اور اصول فقہ ایک مرتب و مدون شکل اختیار کر چکے تھے اور عالم اسلام کے مختلف گوشوں میں فقہاء اربعہ کی قرآن وسنت سے ماخوذ فقہی تعبیرات کو قبول عام حاصل ہو چکا تھا۔ اور قرآن کی فقہی تفاسیر حنفی، مالکی اور شافعی مکتب فکر کی طرف سے منظر عام پر آ چکی تھیں۔

قاضی ابن العربی اپنے تبحر علمی اور فنون میں مہارت کے باوصف اس دور کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن کی ایسی جدید فقہی تفسیر کی جس میں سابقہ تفاسیر کی اعلیٰ خصوصیات شامل ہیں۔ اپنی تفسیر کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''امام طبری نے ایسی تفسیر کی جس میں بے شمار پرحکمت باتیں تھیں اور جس میں داناؤں کی دانشمندی بکھری ہوئی تھی۔ پس ہر ایک نے اپنے ظرف کے مطابق اس سے فائدہ اٹھایا۔ لیکن اس کے بحر بے کنار میں ایک قطرہ بھی کم نہ ہوا۔ اور سب سے زیادہ فائدہ احکام میں بصیرت کے حوالے سے قاضی ابواسحاق نے حاصل کیا۔ انہوں نے اس کے موتیوں جیسے تابدار نکات کو نکالا اور اس کے تابندہ ستاروں تک رسائی حاصل کی۔ اگرچہ انہوں نے اس کی اسناد کو بدل دیا لیکن اس کے مطالب کو محفوظ کیا اور ان دونوں حضرات کے بعد کوئی ایسا شخص نہ آیا جو ان دونوں کو یکجا کرتا۔ اور جب اللہ نے احسان فرمایا اور قرآنی علوم وفنون سے آگاہی بخشی جس کو ہم نے اپنے شیوخ جن سے ہم ملے، سے حاصل کیا۔ تو ہم نے ان علمی فوائد کو مزید تحقیقی انداز سے دیکھا پھر دیگر علماء کے بیان کردہ نکات کے ساتھ موازنہ کیا اور موازنہ کرنے کے بعد ماہرین فن کے سامنے پیش کیا جو علمی معیار پر پورا اترا، اسے ہم نے ثابت رکھا اور جو اس

معیار پر پورا نہ اترا، اسے ہم نے نہ لکھا اور غور وفکر کے ساتھ رائج اقوال کو پیش کر دیا۔ حتیٰ کہ تفسیری نکات کی عمدگی اور تابندگی واضح ہوگئی''۔ (27)

امام ابن العربی کی یہ تفسیر بھی ان چند ایک تفاسیر میں شمار کی جاتی ہے جن کو قبول عام حاصل ہوا اور علماء نے بطور سند اس کو بیان کیا۔ علی محمد البجاوی کہتے ہیں:

''یہ تفسیر اپنے فن میں بہترین ماخذ ومرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔ بڑے جلیل القدر علماء نے اس سے اقتباس کیا اور اپنے دلائل کو محکم کرنے میں اس پر اعتماد کیا۔ بلکہ بعض حضرات مثلاً امام قرطبی نے تو پوری پوری عبارتیں اس سے نقل کر ڈالیں اور دلیل دیتے وقت اس کو وہ امام ابن العربی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور یہ بہت زیادہ ہیں یہاں تک کہ ان کی تفسیر الجامع لاحکام القرآن کا کوئی صفحہ ایسا نہیں ملتا جس میں ایسے جملے نہ ملتے ہوں''۔ (28)

طریقہ تالیف:

امام ابن العربی صرف آیات احکام کی تفسیر کرتے ہیں۔ ان کا طریقہ کار انتہائی سائنٹیفک اور طرز اسلوب سادہ ہے۔ سب سے پہلے وہ سورت میں موجود آیات احکام کی تعداد بیان کرتے ہیں بعد ازاں ترتیب وار ہر آیت کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔ ہر آیت میں موجود مسائل واحکام کی تعداد بیان کر کے ہر ایک کی علیحدہ تفسیر بیان کرتے ہیں۔ مثلاً سورۃ البقرہ کے بارے میں کہتے ہیں: ''اس میں نوے آیات احکام موجود ہیں''۔ ''اور پہلی آیت ''الذین یومنون بالغیب'' اس میں دو مسائل ہیں''۔ (29) پھر ہر ایک مسئلہ کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔

امام ابن العربی اپنی تفسیر میں بنیادی طور پر لغت، حدیث اور اقوال صحابہ کو مدنظر رکھتے ہوئے مذاہب کے درمیان موازنہ کرتے ہیں۔ اپنے طریقہ تالیف کے بارے میں کہتے ہیں: ''ہم آیت ذکر کرتے ہیں پھر اس پر اس کے کلمات بلکہ حروف کو عطف کرتے ہیں۔ پس ہم اس کے مفرد الفاظ کی معرفت حاصل کرتے ہیں پھر اس کی مثل اخوات اس پر مرکب کرتے ہیں۔ ہم بلاغت کی رو سے بھی آیت کے معنی کو برقرار رکھتے ہیں۔ ہم احکام کے درمیان مناقضہ اور معارضہ سے بچتے ہیں اور لغوی اعتبار سے بھی محتاط رہتے ہیں۔ ہم قرآن کا تقابلی مطالعہ کرتے ہیں اور جو کچھ احادیث صحیحہ میں موجود ہے اس کے ساتھ تطبیق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ قرآن وسنت دونوں اللہ کی طرف سے ہیں اور نبی کریم ﷺ کو لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ تاکہ وہ لوگوں کو اس چیز کے بارے میں بتائیں جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے۔ پھر اس کے آخر میں اس کے تابع علوم ذکر کرتے ہیں جن کا علم حاصل کرنا

ازحد ضروری ہوتا ہے''۔ (30)

امام ابن العربی عموماً مسائل میں مذاہب ثلاثہ (مالکیہ۔احناف۔شوافع) کی آراء کے مابین موازنہ کرتے ہیں۔اور ائمہ متقدمین اور امام احمد بن حنبل کی رائے کا شاذ ونادر ذکر کرتے ہیں۔امام موصوف فقہ مالکی کے نمائندہ مفسر ہونے کی وجہ سے اکثر اوقات فقہ مالکی کی آراء کی ہی تائید کرتے ہیں۔ مذاہب ثلاثہ کے مابین موازنہ کے دوران وہ بہت کم مواقع پر فقہ مالکی کے علاوہ کسی کو ترجیح دیتے ہیں۔تاہم فقہاء مالکیہ کی آراء کے مابین ترجیح کے دوران اکثر اپنی آزادانہ رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ان کے طریقہ بحث کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

1) ائمہ ثلاثہ کے اقوال میں ترجیح:

(1) سورہ البقرہ کی آیت 158 ''**ان الصفاء والمروۃ من شعائر اللّٰہ**'' کی تفسیر میں پانچویں مسئلہ کے تحت لکھتے ہیں: صفا اور مروہ کے درمیان سفر کے بارے میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے۔امام شافعی کہتے ہیں: ''یہ رکن ہے''۔امام ابوحنیفہ کہتے ہیں: ''یہ رکن نہیں''۔اور امام مالک کے مذہب مشہور کے مطابق یہ رکن ہے۔

وہ حضرات جو اس کے واجب اور رکن ہونے کی نفی کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خاص کر اس کو حرج کے دور کرنے کے لیے ذکر کیا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ صفاء ومروہ کی سعی جاہلیت کے شعائر میں سے تھی جب مشرکین عرب اسلام لائے تو انہوں نے اس کو ترک کر دیا،تب یہ آیت نازل ہوئی اور ہماری دلیل وہ حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''**ان اللّٰہ کتب علیکم السعی فاسعوا**'' (31) امام الدارقطنی نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے اور اس معنی کی تائید اس لحاظ سے بھی ہوتی ہے کہ صفا ومروہ کی سعی شعار ہے اور جب حج وعمرہ میں یہ ادا کی جاتی ہے تو یہ طواف کی طرح رکن ہے اور جو وہ (احناف) دفع حرج کی بات کرتے ہیں اس کے بارے میں ہم بحث کر آئے ہیں۔ (32)

(2) سورۃ بقرہ کی آیت ''**یاایھا الذین امنوا لا تقولوا راعنا**'' کے تحت کہتے ہیں: ''یہ آیت اس امر کی دلیل ہے کہ تنقیص وتحقیر کے لیے الفاظ محتملہ (ایسے الفاظ جن کے کئی معانی بن سکتے ہوں) اور ایسے الفاظ جن سے اشارہ کنایہ سے قذف (تہمت) سمجھی جاتی ہو سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔اس سلسلے میں ہمارے علماء (مالکیہ) کا نقطہ نظر یہ ہے کہ الفاظ محتملہ سے حد نافذ ہوتی ہے۔جبکہ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کہتے ہیں: ''یہ ایسے الفاظ ہوتے ہیں جن سے قذف اور قذف کے علاوہ کوئی اور چیز بھی سمجھی جا سکتی ہے اور حد شبہ کے پائے جانے کی وجہ سے ساقط ہو

جاتی ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ ان الفاظ سے قذف سمجھی جاتی ہے پس صریح الفاظ کی طرح ان پر بھی حکم لاگو ہونا چاہیے۔ بلکہ بسا اوقات تو اشارہ کنایہ صریح کلام سے زیادہ مفہوم کو واضح کرتا ہے اور اس کا انکار کرنا محض عناد ہے''۔ (33)

2) فقہاء مالکیہ کی آراء میں موازنہ:

(1) ''ایاک نعبد و ایاک نستعین'' کی تفسیر میں قرأۃ خلف الامام پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''اصحاب شافعی کا قول ہے: ''یہ حدیث (حدیث سبع مثانی) اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مقتدی اس کی تلاوت کرے اور اگر اس کو نہ پڑھا تو اس حدیث کا ظاہر اس امر پر دلالت کرتا ہے اس کی نماز نہیں ہوئی اور ہمارے علماء کے اس بارے میں تین اقوال ہیں۔

1) ابن القاسم کہتے ہیں: ''صرف ان رکعتوں میں پڑھی جائیگی جن میں امام جہری قرات نہ کرے''۔

2) ابن وہب اور اشہب کتاب محمد میں کہتے ہیں: ''مقتدی اسے نہیں پڑھے گا''۔

3) محمد بن عبدالحکم نے کہا: ''امام کے پیچھے اسے پڑھا جائے گا اور اگر نہ پڑھا تب بھی نماز جائز ہو جائے گی گویا کہ انہوں نے اس کو امر مستحب سمجھا ہے''۔

یہ انتہائی نازک مسئلہ ہے اور میرے نزدیک صحیح ترین بات یہ ہے کہ سری نمازوں میں اس کی قرات واجب ہے جبکہ جہری میں حرام ہے۔ کیونکہ مقتدی پر امام کی قرات سننا اور خاموش رہنا فرض ہے اور اگر وہ امام سے فاصلے پر کھڑا ہوا اور اس کی قرات نہ سن رہا ہو تو وہ سری نماز کے قائم مقام ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا اس بارے میں حکم ہر نماز اور ہر حالت کے لیے عام ہے تاہم جہری حالت اس سے خاص کر دی گئی ہے کیونکہ اس میں خاموش رہنا فرض ہے اور اس کے علاوہ بقیہ صورتوں میں حدیث کو اپنے عموم پر رکھا جائے گا۔ اور اس سلسلے میں یہی تحقیق کا نچوڑ ہے''۔ (34)

اجتہاد اور آزادانہ رائے کا استعمال:

امام ابن العربی فقہ امام مالک کے پرجوش داعی ہونے کے باوجود اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں کے مالک تھے اور فروعات میں ایک صاحب الرائے کی حیثیت سے مسائل کا تجزیہ و تحقیق کرتے تھے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

1) نماز میں ''آمین بالجہر'' کے مسئلہ میں امام ابن العربی فقہ امام مالک سے مختلف رائے رکھتے ہیں۔

فقہ مالکی اور فقہ حنفی میں امام اور مقتدی جہری نمازوں میں بھی سری طور پر آمین کہیں گے جبکہ فقہ شافعی اور فقہ

حنبلی میں امام اور مقتدی جہری نمازوں میں بلند آواز سے آمین کہیں گے۔(35) اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے امام ابن العربی اپنی آزادانہ رائے بیان کرتے ہیں: ''میرے نزدیک صحیح ترین بات یہ ہے کہ امام بلند آواز سے آمین کہے''۔ (36)

2) ''ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد'' (37) کے سولھویں مسئلہ کے تحت اعتکاف کے بارے میں پائے جانے والے اختلاف کے بارے میں لکھتے ہیں: اعتکاف کا لغوی معنی ''اللبث'' (ٹھہرنا) ہے۔ امام شافعی کے نزدیک اعتکاف میں کسی مدت مقررہ کی شرط نہیں اور اس کی کم از کم مقدار ایک لحہ ہوسکتی ہے اور زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کہتے ہیں: اس کی مقدار ایک دن اور ایک رات ہے کیونکہ ان کے نزدیک اعتکاف میں روزہ شرط ہے۔

ہمارے علماء (مالکیہ) کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے روزہ داروں کو مخاطب ہو کر اعتکاف کا حکم بیان کیا ہے جبکہ دو وجوہ کی بنا پر یہ بات لازم نہیں آتی۔ پہلی وجہ تو یہ ہے چونکہ اللہ نے روزے دار سے خطاب کیا ہے اس لیے اس میں روزہ کی شرط لگائی جانی چاہیے۔ یہ بات آیت کے ظاہر و باطن سے لازم نہیں آتی کیونکہ یہ حالت واقعہ کی خبر ہے نہ کہ شرط لگائی گئی ہے دوسری وجہ دن رات کی مقدار کا تعین کرنا ہے کیونکہ روزہ اس کی شرط میں سے ہے اور یہ بات ضعیف ہے کیونکہ عبادت کو کسی شرط کے ساتھ مقدر نہیں کیا جاتا۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ طہارت نماز کے لیے شرط ہے اور نماز ختم ہو جاتی ہے لیکن طہارت باقی رہتی ہے''۔ (38)

اصول فقہ کا بیان:

قاضی ابن العربی اپنی تفسیر میں فقہی مباحث کے ساتھ اصول فقہ پر بھی کئی ایک مقامات پر ضمنی بحث کرتے ہیں۔ اور تفصیل کے لئے اپنی کتاب ''المحصول فی اصول الفقہ'' کا حوالہ دیتے ہیں۔ چند ایک مثالیں ملاحظہ ہوں:

1) ''ان اللّٰہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ'' (39) کے تحت تیسرے مسئلہ میں امام ابن العربی اصول فقہ کا یہ مسئلہ بیان کرتے ہیں کہ ماقبل شریعتیں جبکہ ان کا نسخ ثابت نہ ہو۔ کیا ہمارے لیے شریعت کا درجہ رکھتی ہیں یا نہیں۔ اس سلسلے میں امام موصوف پانچ اقوال نقل کرتے ہیں۔

1- ماقبل شریعتیں ہمارے اور ہمارے نبی ﷺ کے لیے شرع کا درجہ رکھتی ہیں۔ متکلمین اور فقہاء کی ایک جماعت نے اس قول کو اپنایا ہے۔ امام کرخی کی بھی یہی رائے ہے اور ہمارے علماء مالکیہ میں

سے ابن بکیر القاضی نے اسے اختیار کیا ہے۔ قاضی عبدالوہاب کہتے ہیں: ''امام مالک کے اصول اوران کی کتب میں بیان کردہ مسائل کے نتائج بھی اس بات کا تقاضا کرتے ہیں اورامام شافعی کا بھی یہی میلان ہے''۔

2- امام شافعی کے اصحاب میں سے ایک جماعت کہتی ہے کہ ہمیں ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کا پابند بنایا گیا ہے۔

3- بعض کہتے ہیں ہمیں شریعت موسوی کا پابند بنایا گیا ہے۔

4- بعض کہتے ہیں ہمیں شریعت عیسوی کا پابند بنایا گیا ہے۔

5- قاضی ابن العربی اپنا نقطۂ نظر بیان کرتے ہیں: ''ہم سابقہ شرائع میں کسی شریعت کے پیروکار اور پابند نہیں اور نہ ہی ہمارے نبی کریم ﷺ کو کسی کی پیروی کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ اوراس کی تفصیل ہم نے اصول الفقہ میں بیان کردی ہے۔ اور ہم نے بیان کیا ہے کہ ماقبل شریعتوں میں سے ہم پر صرف انہیں احکام کی پابندی لازم ہے جن کی خبر ہمارے نبی کریم ﷺ نے ہمیں دی ہے۔ اورامام مالک کے اصولوں میں یہی مذہب صریح طور پر دکھائی دیتا ہے''۔(40)

2) سورۃ البقرہ آیت 29 ''**ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا**'' میں اصول فقہ کے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہیں کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے یا حرمت۔ اس سلسلے میں ائمہ کے میں پائے جانے والے اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''اس آیت کی تفسیر میں مختلف آراء ہیں۔

1- اشیاء میں اصل حرمت ہے یہاں تک کہ کوئی اباحت کی دلیل مل جائے۔

2- تمام اشیاء مباح ہیں یہاں تک کہ کوئی ایسی دلیل مل جائے جو اس کی ممنوعیت پر دلالت کرتی ہو۔

3- اشیاء میں اصل کے اعتبار سے کوئی حکم نہیں جس قسم کی دلیل مل جائے اس کے مطابق حکم لگایا جاتا ہے''۔

امام ابن العربی ان آراء پر اجمالی تبصرہ کے بعد کہتے ہیں: ''مندرجہ بالا آیت میں اشیاء کی اصل حرمت ہے یا حلت اس لحاظ سے اس آیت میں کوئی حکم نہیں یہ آیت تو دلالت اور تنبیہہ کرنے کے لیے ہے کہ وہ خدا جس نے تمہارے لیے زمین اور جو کچھ زمین میں ہے وہ پیدا کیا اور تم اس کے علم، تصرف اور قدرت کا انکار کر

رہے ہو''۔ (41)

3) سورہ البقرہ کی آیت 3 ''ویقیمون الصلوۃ'' کے تحت مجمل اور عام پر اجمالی بحث کرتے ہیں۔

عقائد وعلم الکلام:

امام ابن العربی اپنی تفسیر میں کئی ایک مقامات پر عقائد پر بھی ضمنی بحث کرتے ہیں اور قدریہ، جبریہ، معتزلہ اور فلاسفہ کے نظریات کی تردید کرتے ہیں۔ اس بارے میں چند ایک مثالیں ملاحظہ ہوں۔

1) سورہ بقرہ کی آیت 35 ''ولا تقربا ھذہ الشجرۃ فتکونا من الظالمین'' کے بعد اسی مضمون کی سورہ اعراف کی آیت 22 ''وطفقا یخصفان علیھما من ورق الجنۃ'' کے ضمن میں لکھتے ہیں: کس بنا پر انہوں نے شرم گاہ کو ڈھانپا تھا؟

قدریہ کہتے ہیں کہ انہوں نے جب خود کو ننگا دیکھا تو اپنی عقل کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی شرمگاہ کو ڈھانپا اور اقضی القضاۃ الماوردی کی بھی یہی رائے ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے عادتاً ایسا کیا تھا۔ بعض کہتے ہیں انہوں نے اللہ کے حکم سے ستر پوشی کی تھی۔

وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی عقل کی بنا پر ستر پوشی کی تھی وہ اس کی بنا پر اس مسئلہ پر رکھتے ہیں کہ امر و نہی اور حسن و قبح کے اختیار میں عقل حاکم کی حیثیت رکھتی ہے۔ (یعنی امر و نہی اور حسن و قبح کا معیار عقلی ہے شرعی نہیں) یہ انتہائی جہالت پر مبنی دعوی ہے اور اصول فقہ میں ہم نے اس پر بحث کی ہے اور اس سلسلے میں اقضی القضاۃ الماوردی سے بھی بھول ہوگئی ہے تاہم ممکن ہے کہ ان کی یہ مراد ہو کہ انہوں (آدم وحوا) نے ستر پوشی عقل کی بنا پر عادۃ کی ہو اور ممکن ہے کہ وہ عقل کو امر و نہی، حسن و قبح میں معیار نہ سمجھتے ہوں۔ تاہم جن لوگوں نے یہ کہا کہ انہوں نے اللہ کے حکم سے ستر پوشی کی، یہ درست ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کیونکہ جب اللہ نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور تمام اسماء کی تعلیم دی اور احکام کی پہچان کرائی اور نبوت کے مقام پر فائز کیا تو ان جملہ احکام میں سے ستر پوشی بھی ایک حکم تھا اس لیے یہی قول درست ہے۔ (42)

2) سورہ البقرہ آیت 26 ''واتبعوا ما تتلوا الشیاطین علی ملک سلیمان الخ'' کے تحت قصۂ جرادہ نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: ''کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جرادہ کے حق میں فیصلہ کرنا چاہتے تھے، قطعاً باطل ہے کیونکہ اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاء کرام کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں''۔

اوران کا یہ قول کہ شیطان فرشتے یا نبی کی صورت میں آیا اور انگوٹھی لے لی یہ بھی قطعی طور پر باطل ہے کیونکہ شیطان انبیاء کرام کی صورت میں خود کو ڈھالنے پر قادر نہیں۔

3) اسی آیت کے چھٹے مسئلے کے تحت فلاسفہ کے اس نظریہ کو رد کرتے ہیں کہ فرشتے روحانی مخلوق ہوتے ہیں اور ان سے گناہ صادر نہیں ہو سکتے۔(43)

لغوی بحث:

امام ابن العربی محل استدلال میں لغوی بحث بھی کرتے ہیں اور اس سلسلے میں کلام عرب اور آیات سے معنی کی وضاحت کرتے ہیں۔

مثلاً ''**ومما رزقناهم ينفقون**'' کی تفسیر میں نفقہ کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''**ينفقون**، نفقہ سے مشتق ہے اور نفقہ اتلاف (تلف کرنا) اور تالیف (جمع کرنا) دونوں سے عبارت ہے۔ اور عربی زبان میں اس کے کئی ایک معانی ہیں اور اس کا صحیح ترین معنی ''الاتلاف'' ہے اور وہی یہاں پر مراد ہے ''**نفق الزاد**'' اس وقت کہا جاتا ہے جب زادراہ ختم ہو جائے ''**انفقه صاحبه**'' سے مراد یہ ہے کہ مالک نے اسے خرچ کر دیا، ''**انفق القوم**'' اس وقت کہتے ہیں جب قوم کا زادراہ ختم ہو جائے۔ اسی سے اللہ کا فرمان ہے ''**اذا لا مسكتم خشية الانفاق**'' جب تمہیں زاد راہ کے ختم ہونے کا خوف آ لے''۔ (44)

2) ''**انما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير**'' کے پہلے مسئلہ میں ''انما'' کی تحقیق کرتے ہوئے کہتے ہیں: انما ایسا کلمہ ہے جو حصر کے لیے وضع کیا گیا ہے اور اپنے ضمن میں نفی اور اثبات کا معنی لیے ہوئے ہے خطاب میں جو چیز شامل ہو ان کو ثابت کرتا ہے اور جو اس کے علاوہ ہوں ان کی نفی کرتا ہے''۔ (45)

3) ''**ان الصفا والمروة**'' کے تحت ''**لا جناح عليه ان يطوف بهما**'' میں ''لا'' کی تحقیق کرتے ہوئے امام لغت فراء کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''امام فراء کہتے ہیں: **لا جناح الا يطوف بهما** (اگر وہ صفا و مروہ کا طواف نہ بھی کرے تو کوئی حرج نہیں) کا معنی **ان يطوف** (کوئی حرج نہیں اگر وہ صفا و مروہ کا طواف کرے) ہے۔ امام ابن العربی کہتے ہیں: امام فراء کی یہ بات دو وجوہات کی بنا پر ضعیف ہے۔ پہلی وجہ تو وہ ہے جو ہم نے بارہا بیان کی ہے کہ یہاں ''لا'' کو زائدہ قرار دینا بہت دور کی بات ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کوئی لغوی اور فقہیہ حضرت عائشہؓ کے برابر نہیں ہو سکتا اور آپ نے یہاں ''لا'' کو غیر زائدہ قرار دیا ہے، جس کی تفصیل میں نے بیان کی ہے۔ پس فراء یا

کسی اور کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا''۔ (46)

روایت حدیث میں امام ابن العربی کا مسلک:

امام ابن العربی کی تفسیر کا مطالعہ کرتے ہوئے اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ وہ حدیث کے سلسلے میں انتہائی احتیاط برتتے ہیں اور دوران بحث صرف احادیث صحیحہ سے ہی استدلال کرتے ہیں وہ عموما حدیث کی صحت اور اس کے ماخذ کے بارے میں بیان کر دیتے ہیں۔اس سلسلے میں کسی مثال کی ضرورت نہیں کیونکہ تفسیر کا ہر صفحہ اس پر شاہد عادل ہے۔امام موصوف ضعیف احادیث کے سخت مخالف ہیں اس سلسلے میں وہ کہتے ہیں:''**وقد القيت اليكم وصيتي في كل ورقة ومجلس ان لا تشتغلوا من الاحاديث بمالا يصح سنده**'' (47)''میں نے تمہیں ہر وقت اور ہر مجلس میں یہ نصیحت کی کہ ایسی احادیث میں مت مصروف ہونا جس کی سند درست نہ ہو''۔

یہی وجہ ہے کہ ''احکام القرآن'' میں وہ صحیح احادیث کا استلزام کرتے ہیں۔تاہم اس سلسلے میں وہ بسا اوقات حد سے تجاوز کر جاتے ہیں۔اور صحیح احادیث کو بھی باطل اور ضعیف قرار دے دیتے ہیں۔اس کی دو مثالیں ملاحظہ ہوں۔

1- نبی کریم ﷺ کا فرمان:''**من قتل عبده قتلناه ومن جدعه جد عناه**'' کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔(48) حالانکہ اس حدیث کو امام ابن ماجہ (49) اور امام النسائی (50) اور شیخین (51) نے بیان کیا ہے اور امام قرطبی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔(52) اور امام جصاص نے اس کو تسلیم کرتے ہوئے اس پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات اور اس کی مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔(53)

2- اسی طرح امام ابن العربی نبی کریم ﷺ کے فرمان''**لا يقادو الدبو لده**'' کے بارے میں کہتے ہیں:''**هذا حديث باطل و متعلقتهم ان عمر رضى الله عنه قضى بالدية مغلظة فى قاتل ابنه ولم ينكر احد من الصحابة**'' (54)

لیکن امام جصاص اس حدیث کو مختلف طریق کے ساتھ روایت کرنے کے بعد کہتے ہیں:

''یہ خبر مستفیض ہے اور حضرت عمرؓ نے صحابہ کی موجودگی میں اس کے مطابق فیصلہ صادر کیا اور کسی ایک نے بھی اس سلسلے میں اختلاف نہیں کیا تو گویا یہ حدیث آپ ﷺ کے فرمان:''**لا وصية لوارث**'' کے قائم مقام ہے۔اس

طرح حکم کے لزوم میں بھی اس کا یہی درجہ ہے اور یہ حدیث مستفیض متواتر کے درجے میں ہے''۔ (55)

اسرائیلیات کے بارے میں موقف:

فرمان باری تعالیٰ: ''**واذ قال موسیٰ لقومه ان الله یامرکم ان تذبحوا بقرة**'' (56) کے تحت امام ابن العربی اسرائیلیات کے بارے میں لکھتے ہیں: ''ہر طریقے سے علماء سے بہت زیادہ مقدار میں اسرائیلیات روایت کی گئی ہیں اور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''**حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج**'' (بنی اسرائیل سے حدیث نقل کرو اور اس میں کوئی حرج نہیں) تو اس سے مراد وہ حدیث ہے جو ان کے اور ان کے قصوں کے بارے میں ہو، نہ کہ وہ خبریں جو دوسروں کے بارے میں ہیں کیونکہ ان کی دوسروں کے بارے میں خبر انتہاء کے لہٰذا سے عدالت اور ثبوت کی محتاج ہے۔تاہم وہ بات جو وہ اپنے بارے میں بیان کریں گے وہ اپنے اور اپنی قوم کے بارے میں اقرار کے مترادف ہوگی اور وہ اپنے بارے میں زیادہ بہتر جاننے والے ہیں اور جب وہ شریعت کے بارے میں کوئی بات بیان کریں گے تو ان کی بات پر عمل کرنا ضروری نہیں۔امام مالک، حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں: ''مجھے نبی کریم ﷺ نے ایک مصحف جس کے حاشیے پھٹے ہوئے تھے، پکڑے ہوئے دیکھا تو فرمایا: یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: یہ تورات کا ایک جزء ہے تو آپ ﷺ غضبناک ہوگئے اور فرمایا: ''**والله لو کان موسی حیا ما وسعه الا اتباعی**'' اللہ کی قسم اگر موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو میری اتباع کے بغیر انہیں بھی کوئی چارہ کار نہ ہوتا''۔ (57)

عبارت میں پیچیدگی:

اگرچہ علی محمد البجاوی نے محنت اور عرق ریزی سے امام ابن العربی کی ''احکام القرآن'' کو ایڈٹ کیا ہے پھر بھی کئی ایک مقامات پر عبارت پیچیدہ اور ناقابل فہم بن جاتی ہے اور بسا اوقات تو مفہوم ہی بدل جاتا ہے۔اسی طرح اس کی تحقیق و تخریج بھی ناقص ہے کیونکہ بہت ساری احادیث تک کا حوالہ موجود نہیں ہے۔مثلاً

1- ''**ولا تقربا هذه الشجرة**'' کے مسئلہ ثانیہ کے تحت کہتے ہیں: ''**وقد اختلف علماء نافی فرع من هذا وهو انه اذا حلف الا یاکل هذه الحنطة فاکل خبزاً منها علی القولین**

<u>فقال فی الکتاب</u> : انه یحنث: لانها هکذا توکل. وقال ابن المواز: لاشی علیه لانه لم یاکل حنطة وانما اکل خبزاً فرعی الاسم والصفة'' (60)

خط کشیدہ عبارت میں قال کے اسم فاعل کی ضمیر بلا مرجع ہے اسی طرح الکتاب سے کون سی کتاب مراد۔جس سے اگلا بیان مذکور ہے۔

2- ’’**ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل للّٰہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون**‘‘ کے تحت شہید کی نماز جنازہ کے بارے میں فقہاء کی آ راء ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:’’**وقال ابو حنیفة لا یصلی علیه** ‘‘ (61)

(امام ابوحنیفہ نے کہا کہ شہید کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائیگی) جبکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائیگی۔اب یہاں پر یا تو کاتب مصحح سے غلطی ہوئی ہے کہ انہوں نے’’لا‘‘ کا اضافہ کر دیا ہے یا پھر امام ابن العربی سے سہو ہو گیا تاہم قرین قیاس پہلی توجیہ معلوم ہوتی ہے۔

قاضی ابن العربی کی اعلی اجتہادی صلاحیتوں کے باوصف ان کی تفسیر’’احکام القرآن‘‘ قرآن مجید کی Legal Study کے حوالے سے ایک بنیادی مآخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔جس عہد میں یہ تفسیر لکھی گئی تب تک تفسیری روایات خاصی مستحکم ہو چکی تھیں اور مفسر موصوف نے اس تفسیری لٹریچر کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے اجتہاد کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے عصری مسائل کے حل کے لیے ایک منضبط کاوش کی ہے۔یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب ہمیشہ سے قانون دان طبقہ میں متداول رہی ہے۔امام ابوعبداللہ محمد القرطبی جیسے ماہرین فن نے اس کو بنیادی حوالہ کے طور پر استعمال کیا ہے۔چھٹی صدی ہجری کے بعد آیات احکام پر لکھی جانے والی کوئی ایسی تفسیر نہیں جس میں اس تفسیر کے حوالہ جات نہ ملتے ہوں۔

حوالہ جات

1- حتی، فلپ کے: هسـٹـری آف دی عـرب، مترجم: پروفیسر سید مبارز الدین ومعین خان، ص 165, 166، ندوۃ المصنفین، طبع اول، مطبوعہ ہمدرد، پریس دہلی، 1951ء

2- ابن العربی، القاضی: القبس فی شرح موطا امام مالك، ص1032، دار الغرب الاسلامی، بیروت، مطبوعہ 1992ء

3- ابو عبداللہ محمد القرطبی: الـجـامـع لاحـکـام القـرآن، 96, 97, 98, 110, 123, 128/1، دار احیاء التراث الاسلامی، بیروت، لبنان

4- الذہبی، شمس الدین، امام: تـذکـرۃ الـحـفـاظ، ترجمہ رقم 1081، 1294/4، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، ط2، حیدر آباد، انڈیا، 1958ء

5- الذھی: سیر اعلا م النبلاء، 130/19، موسسہ الرسالہ، الطبعۃ الاولیٰ، بیروت، 1982ء

6- ابن خلکان: وفیات الاعیان، 296/4، تحقیق ڈاکٹر احسان عباس، منشورات الرضی، قم، ایران

7- ابن العربی، الامام: الـعـواصـم من القواصم درمقدمہ از محبّ الدین الخطیب، ص10، الرأسۃ العامۃ لادارۃ البجوث العلمیۃ، الریاض السعودیۃ

8- المقری: نفح الطیب، 13/2، دار صادر، بیروت، لبنان، 1968ء

9- ابن فرحون، الـدیباج المذهب، 253/2، دار التراث، القاہرہ، مصر، الداودی: طبـقات المفسرین، 127/2، دار الکتب العلمہ، ط1، بیروت لبنان، 1983ء

10- الداودی: طبـقـات الـمـفسرین، 142/2: الشھاب المقری: نـفـح الطیب، 33/2: ابن فرحون، الدیباج المذهب، 253/2: ابن خلکان: وفیات الاعیان، ترجمہ رقم 626، 296/4، ابن العربی، الامام: العواصم من القواصم درمقدمہ از محبّ الدین الخطیب، ص22

11- ابن فرحون: الدیباج المذهب، 255/2

12- طبقات المفسرین، 128/3

13- القاضی ابن العربی المالکی:العواصم من القواصم،ص137, 138

14- ابن فرحون:الدیباج المذھب،255/6

15- ابن العربی،الامام: العواصم من القواصم درمقدمہ ازمحبّ الدین الخطیب،ص23،تذکرہ الحفاظ، ص3،1295،ابوالحسن بن عبداللہ النباھی المالکی،الاندلسی:تاریخ قضاۃ الاندلس، ص105، دارالکتاب المصری،القاہرہ،ط1،1411ھ۔1990ء

16- الذھبی:تذکرۃ الحفاظ، 1296/4

17- الضبی: بغیۃ الملتمس،ص83،دارالکتاب العربی،قاہرہ،1976ء

18- اُردو دائرہ معارف الاسلامیہ، 605/1،دانش گاہ لاہور،جامعہ پنجاب،پاکستان،ابن العربی، القاضی:العواصم من القواصم، 72،ابن العربی الامام:العواصم من القواصم درمقدمہ ازمحبّ الدین الخطیب، 27, 28, 29،ابن فرحون:الدیباج، 254/2،المقری:نفح الطیب،35/2، الذھبی:سیر اعلام النبلاء،199/2،الزرکلی: الاعلام، 106/7،دارالعلم للملایین،بیروت، لبنان،1980ء

19- اسماعیل بن کثیر،ابوالفداء:البدایۃ والنھایۃ،228/12،دارالفکر،بیروت،1978ء

20- ابومحمد الحجاری،احمد بن عبدالملک موسیٰ بن محمد وغیرہ:کتاب فی حلی المغرب، تحقیق:شوقی ضیف، دارالمعارف،مصر،254/1

21- ابن بشکوال: کتاب الصلۃ،544/2،دارمصر للتالیف والترجمہ،1966ء،الذھبی:شذرات الذھب، 141/4

22- وفیات الاعیان:297/4

23- تذکرۃ الحفاظ، 1296/4

24- النجوم الزاھرۃ فی ملوك مصر والقاھرۃ،303/5،دارالکتب المصریۃ،قاہرہ،ط1،1933ء

25- السیوطی:طبقات المفسرین، ص91:دارالکتب العلمیۃ،ط1،بیروت لبنان،1973ء،الشھاب المقری:نفح الطیب، 29,28/2،ابن فرحون:الدیباج،256/2،ابن بشکوال:کتاب الصلۃ، 559/2،الضبی: بغیۃ الملتمس، ص88،ابن العربی،الامام:العواصم من القواصم درمقدمہ از

محبّ الدین الخطیب، ص31

26- وفیات الاعیان، 279/3

27- ابن العربی، الامام: احکام القرآن، تحقیق: علی محمد البجاوی، 1/1، دارالفکر، بیروت، لبنان

28- ابن العربی، الامام: احکام القرآن، درمقدمہ از محمد علی البجاوی، 8/1

29- ابن العربی، الامام: احکام القرآن، 8/1

30- حوالہ سابق، 1/1

31- احمد بن حنبل: مسند الامام احمد بن الحنبل، 422/6، دارالباز للنشر والتوزیع، مکہ المکرّمہ، 1398ھ-1978ء

32- ابن العربی، الامام: احکام القرآن، 48/1

33- حوالہ سابق، 32/1

34- حوالہ سابق، 5/1

35- الزحیلی، وھبۃ، الدکتور: الفقہ الاسلامی وادلۃ، 692 ,693/1، دارالفکر، بیروت، لبنان

36- ابن العربی، الامام: احکام القرآن، 7/1

37- البقرہ: 187

38- ابن العربی، الامام: احکام القرآن

39- البقرہ: 67

40- ابن العربی، الامام: احکام القرآن، 24/1

41- حوالہ سابق، 13, 14/1

42- حوالہ سابق، 20/1

43- حوالہ سابق، 27/1

44- حوالہ سابق، 10/1

45- حوالہ سابق، 51/1

46- حوالہ سابق، 47, 48/1

-47 حوالہ سابق،241/

-48 حوالہ سابق،63/1

-49 سنن ابن ماجه، کتاب الدیات، باب ھل یقتل الحر بالعبد؟ حدیث رقم 2663،888/2

-50 سنن النسائی، کتاب القسامۃ، القود من السید للمولی، 21/8 ,20

-51 صحیح البخاری: کتاب الصلح، باب الصلح فی الدیۃ، حدیث رقم 2703، ص441، صحیح مسلم: باب القسامۃ والمحاربین، باب اثبات القصاص فی الاسنان، حدیث رقم 4374، ص741

-52 القرطبی: جامع لاحکام القرآن،349/2

-53 الجصاص، الامام: احکام القرآن، 137, 138/1

-54 ابن العربی، الامام: احکام القرآن،25/1

-55 الجصاص، الامام: احکام القرآن،144/1

-56 سورہ البقرہ: 67

-57 ابن العربی، الامام: احکام القرآن،23/1

-58 حوالہ سابق،22/1

-59 حوالہ سابق،8/1

-60 حوالہ سابق،18/1

-61 حوالہ سابق،42/1